

ڈاکٹر محمد افضال بٹ
صدر شعبہ اردو
جی سی ویمن یونیورسٹی سیالکوٹ

اردو زبان کے اہم نظریات، ایک تعارف

Experts have offered different ideas about when and where Urdu language originated. In 'Advocacy of Bagh-o-Bahar', Meer Aman Dehlvi propagated that Urdu is a result of interaction between Hindus and Muslims in sub-continent. Hafiz Mahmood Sherani suggested that interaction of Hindus and Muslims happened in Punjab long before Delhi. Beyond these, other regional ideologies are presented from different perspectives. Some scholars are of the view that Urdu was developed in Sindh while others opine that it is a product of Dakin. Still others believe that Sarhad (NWFP) is the birth place of Urdu. All scholars take help from local languages to strengthen their argument. Conversely, everybody feels proud to announce that Urdu is a product of his/her region. In this article, we try to encapsulate different ideologies and perspectives of experts about origin of Urdu language.

اردو زبان کی ابتدا کب ہوئی اور کس مخصوص علاقے کو اس کی جائے پیدائش قرار دیا جاسکتا ہے اس کے متعلق اب تک ماہرین نے مختلف نظریات پیش کیے ہیں۔ میرامن دہلوی نے باغ و بہار کے مقدمے اردو کو ہندوؤں مسلمانوں کے باہمی ربط کا نتیجہ قرار دیا۔ حافظ محمود شیرانی نے سوچا کہ ہندوؤں مسلمانوں کا میل جول دہلی سے قبل پنجاب میں ہوا۔ اس موقف کے بعد دوسرے علاقائی نظریات نے بھی جنم لے لیا۔ کسی کا خیال ہے کہ اردو سندھ میں پیدا ہوئی، کوئی اسے دکن کی پیداوار قرار دیتا ہے اور کچھ اردو کو خیبر پختون خواہ (سرحد) کی جائے پیدائش قرار دینے کے نظریہ پر قائم ہیں

اردو زبان کی کہانی کا آغاز اس وقت سے ہوا جب آریہ وسط ایشیا کے میدانوں سے اتر کر پنجاب آئے تو یہاں کے قدیم باشندوں کو جنوبی ہندوستان میں دھکیل دیا آریہ ہندوؤں کی زبان سنسکرت تھی مختلف لوگوں کے باہمی میل جول سے جو زبان وجود میں آئی ”پراکرت“ کہلائی۔ بدلتے بدلتے پراکرت برج بھاشا میں بدل گئی۔ مسلمانوں کے ہندوستان میں وارد ہونے کے بعد فارسی زبان رواج پائی۔ فارسی

میں بہت سے ترکی و عربی الفاظ ملے ہوئے تھے۔ اسی طرح فارسی اور ترکی کے بے شمار الفاظ برج بھاشا میں ملنے لگے کچھ پرنگالی اور فرانسسی الفاظ بھی برج بھاشا میں مل گئے برج بھاشا ایک نئی صورت اختیار کر گئی۔

”اس زبان کو ہندو مسلمان سمجھ سکتے تھے کیونکہ اس میں ہندی بھاشا اور فارسی کے الفاظ ملے ہوئے تھے چونکہ مغلوں کے لشکروں میں ہندو مسلمان سب ہی تھے اس لیے یہ زبان چھاؤنیوں میں پھیل گئی سب سپاہی ایک دوسرے کا مطلب اسی بولی کی مدد سے سمجھ لیتے تھے۔ اس طرح یہ بولی ”اردو“ کہلائی ترکی زبان میں اردو لشکر کو کہتے ہیں گویا اردو لشکر کی بولی تھی۔“

اردو زبان کے مختلف نام مختلف ادوار میں سننے میں آتے تقریباً ہر صوبہ اس بات کا مدعی ہے کہ اردو زبان نے وہیں جنم لیا۔ اس سے اردو کی مقبولیت اور وسعت کا اندازہ ہو سکتا ہے“ (۳)

زبان کیا ہے؟ منشاء دل کے اظہار کرنے کا آلہ ہے کوئی ملک یا خطہ زمین ہو ہر جگہ زبان مختلف ہو سکتی ہے مگر ذریعہ اظہار جذبات و احساسات ہی ہوں گے۔ ”تجربے سے ثابت ہوا ہے کہ بارہ بارہ کوس کے فاصلے پر زبان بدل جاتی ہے“۔ (۴)

عام طور پر لوگ اردو کو فارسی کی ایک شاخ خیال کرتے ہیں۔ یہ اس وجہ سے ہے چونکہ فارسی کے بہت سے الفاظ بکثرت اس میں پائے جاتے ہیں یہ خیال غلط ہے حقیقت یہ ہے کہ اردو ہندی یا بھاشا کی ایک شاخ ہے جو صدیوں سے دہلی اور میرٹھ کے اطراف میں بولی جاتی ہے:

”یہ بھاشا جس کو مذہبی کہنا بجا ہے زبان اردو کی اصل اور ماں سمجھی جاسکتی ہے گوکہ ”اردو“ کا نام اس زبان کو ایک عرصہ دراز کے بعد دیا گیا۔ زبان اردو کی صرف نحو، محاورات اور کثرت سے ہندو الفاظ کا استعمال ہونا اس بات کی بین دلیل ہے کہ اس کی ابتدا ہندی سے ہوئی“۔ (۵)

دہلی کو اس زبان کا ابتدائی مرکز تھا مسلمان حملہ آوروں اور بادشاہوں کی سلطنت ہونے کے باعث اس کی بنیاد یہاں پڑی زبان کی پیدائش دراصل انسان کی سماجی و معاشرتی ضرورتوں کی ایجاد ہے سماجی زندگی ہی کے سہارے ہر زبان اپنی ارتقائی منازل طے کرتی ہے اسی کے زیر اثر اس کی صورت و معنی می تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ اردو زبان بھی اس قانون فطرت سے مستثنیٰ نہیں ہے۔

”حقیقت یہ ہے کہ اردو زبان میں خود اس کا پنا کچھ نہیں ہے بلکہ اس کا سارا سرمایہ دوسری زبانوں سے آئی ہے یا یوں کہہ لیجیے کہ اردو کی بنیاد ہی مختلف زبانوں کے اشتراک پر رکھی گئی ہے گویا اردو بین الاقوامی زبانوں کی ایک انجمن ہے جس سے شرکت کے دروازے عام و خاص ہر زبان کے الفاظ پر یکساں کھلے ہوئے ہیں“۔ (۶)

اردو کی پیدائش کے بارے میں حافظ محمود شیرانی اپنی کتاب (پنجاب میں اردو) میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اردو پنجاب میں پیدا ہوئی اردو زبان کی پیدائش کے بارے میں مختلف مصنفین و محققین نے اپنی اپنی مختلف رائے پیش کی ہے۔

”بعض مصنفین نے دکن کو اردو کا جنم بھوم قرار دیا اور اردو شاعری کا آغاز دکن ہی تسلیم کیا ہے اور میر کے اس قول کو

سند قرار دیا ہے (معشوق جو تھا اپنا باشندہ دکن کا تھا) غرض کہ مصنفین میں اردو کی جائے پیدائش کے متعلق اختلاف ہے لیکن اس امر پر سب متفق ہیں کہ اردو کی بنیاد ہندوستانی زبانوں میں عربی، فارسی الفاظ کے ملنے سے ہوئی ہے۔“

اردو زبان اپنی ساخت، اہمیت اور مزاج کے اعتبار سے منفرد حیثیت رکھتی ہے۔

”اردو کی اپنی ساخت اور اپنا مزاج ہے لہذا وہ ایک جداگانہ حیثیت کی حامل زبان ہے اس کی اپنی ایک علیحدہ مستقل حیثیت ہے اور وہ اپنی ظاہری و معنوی حیثیت اور خصوصیات کے اعتبار سے دنیا کی اہم زبانوں میں شمار کی جاتی ہے بقول ڈاکٹر فرمان فتح پوری اردو ایک بین الاقوامی مزاج کی زبان ہے۔“ (۸)

اردو کی جائے پیدائش کے سلسلے میں مختلف علمائے زبان نے کام کیا ہے اور اسے دو گروہوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔
(۱) ایک وہ جنہوں نے زبان کے ارتقاء پر مورخانہ نظر ڈالی اور سرسری جائزہ لے کر اس کی جائے پیدائش اور عہد پیدائش کا تعین کیا۔

(۲) دوسرے وہ جن کو زبان کے مطالعے کے جدید اصول معلوم ہیں اور جو کچھ انہوں نے لکھا دلیل و برہان اور غور و فکر سے لکھا۔
پہلے گروہ میں سرفہرست، مین امن اور انشا اللہ خان کے نام ہیں میران نے باغ و بہار کے دیباچے میں لکھا کہ اردو کی ابتدا اکبری سے ہوئی۔ ان کا بیان ہے کہ:

”جب اکبر بادشاہ تخت پر بیٹھے تو چاروں اطراف کے ملکوں سے سب قوم کے لوگ قدردانی اور فیض رسانی اس خاندان لاثانی کی سن کر حضور میں آکر جمع ہوئے لیکن ہر ایک کی گویائی اور بولی جدی جدی تھی، اکٹھے ہونے سے آپس میں لین دین، سودا سلف، سوال و جواب کر کے، ایک زبان اردو بھی مقرر ہوئی۔“ (۹)

دوسرے گروہ میں شامل محققین نے نہایت مدلل انداز میں اردو زبان سے متعلق اپنے نظریات پیش کیے جو اردو زبان کے حوالے سے نہایت معروف نظریات قرار پائے۔ ان افراد میں ڈاکٹر محی الدین قادری، پروفیسر حافظ محمود شیرانی، ڈاکٹر مسعود حسین خان، ڈاکٹر شوکت سبزواری، احتشام حسین، نصیر الدین ہاشمی، ڈاکٹر سہیل بخاری، پروفیسر چیٹر جی، ڈاکٹر ابواللیث صدیقی وغیرہ کے نام مستند ہیں۔
بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اردو زبان کی ابتدا یا پیدائش اس وقت کوئی جب مسلمانوں نے سندھ میں قدم رکھا اور عربی کا اثر سندھ کی قدیم بولی پر ہوا یہ خیال ٹھیک نہیں ہے سندھی پر عربی کا اثر ہوا لیکن سندھ میں اسلامی حکومت کے پہلے دور میں ادو پر عربی کے جو اثرات نظر آتے ہیں وہ براہ راست عربی سے نہیں بلکہ فرسی اور دوسرے وسیلے سے آئے ہیں اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ اردو کی ابتدا یا پیدائش اس وقت ہوئی جب فارسی بولنے والے مسلمان اس ملک میں داخل ہوئے۔ بعض ماہرین لسانیات کی رائے ہے کہ:

”جس زبان کو ہم آک کل ارو کہتے ہیں وہ دہلی، میرٹھ اور اس کے قرب و جوار کی بول چال کی نکھری ہوئی ترقی یافتہ شکل ہے۔“ (۱۰)

اردو زبان کیوں اور کہاں پیدا ہوئی مختلف ماہرین لسانیات نے کچھ مخالف ارموافق آراء پیش کی ہیں البتہ اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ:

”اردو مسلمانوں اور ہندوؤں کے باہمی اخلاط اور میل جول سے پیدا ہوئی ہے باہمی تبادلہ خیالات کے مواقع پیدا کرنے کے لیے یہ زبان خود بخود وجود میں آگئی۔“ (۱۱)

آغاز اردو کے متعلق مختلف مصنفین نے بھی اپنی مختلف آراء دیں ان میں بعض کو علمی اور بعض کو غیر علمی حیثیت حاصل ہے مثال کے طور پر میرامن نے باغ و بہار کے مقدمے میں جو کچھ اردو کے بارے میں لکھا یہ اصل میں ایک روایت تو ہو سکتی ہے مگر کوئی مستند نظریہ قائم نہیں کرتا اس کے بعد آزاد نے میرامن کی روایات کا سہارا لیا اور ہندوستان کی بولی کو اردو کا نام دیا۔ آزاد نے ان سوالوں کو جواب دیا کہ اردو کہاں ہے اور کیونکر نکلی۔ اس سلسلے میں بعض امور آزاد نے بالکل درست اور بعض جگہ تسامحات ہوئے ہیں۔ اردو کی داغ بیل اسی دن سے پڑنا شروع ہو گئی جس سن سے مسلمانوں نے ہندوستان میں آ کر توطن اختیارات کر لیا بقول آزاد اور برج بھاشا سے نکلی ہے آزاد کہتے ہیں کہ:

”اتنی بات ہر شخص جانتا ہے کہ ہماری اردو زبان برج بھاشا سے نکلی ہے اور برج بھاشا خاص ہندوستانی زبان ہے لیکن وہ ایسی زبان نہیں کہ دنیا کے پردہ پر ہندوستان کے ساتھ ہی آئی ہو۔ اس کی عمر آٹھ سو برس سے زیادہ نہیں ہے اور برج کا سبز زار اس کا وطن ہے۔“ (۱۲)

پروفیسر حافظ محمود شیرانی اس خیال کو مکمل طور پر ادا کرتے ہیں کہ اردو برج بھاشا سے نکلی یا ہندوستان کی زمین سے پیدا ہوئی بقول شیرانی اردو زبان پنجاب سے نکلی:

”اردو کی وضع قطع اور ڈھنگ برج بھاشا سے بالکل مختلف ہے دونوں کے قواعد و ضوابط ایک دوسرے سے جدا ہیں اردو ایک حد تک پنجابی سے اور اس سے زیادہ ملتان سے مشابہ ہے۔“ (۱۳)

اردو زبان کی ابتداء و ارتقاء کا مسئلہ ہمارے ہاں ایک ایسا متنازع مسئلہ بنا ہوا ہے کہ جس پر بہت کچھ لکھا اور کیا جا چکا ہے زبان اردو کی ابتداء اور ارتقاء کے بارے میں کئی مختلف اور متضاد نظریات ملتے ہیں یہ نظریات آپس میں اس حد تک متضاد ہیں کہ آدمی چکرا کر رہ جاتا ہے۔ یہاں یہ امر طے شدہ ہے کہ اردو زبان کا آغاز ہندو ملم میل جول کا نتیجہ ہے مشہور محقق اور ہند آریائی لسانیات کے ماہر ڈاکٹر سنٹی کمار میٹرجی کے مطابق:

”اگر مسلمان ہندوستان میں نہ آتے تو جدید ہند آریائی زبانوں کے ادبی آغاز و ارتقاء میں ایک صدی ضرورتاً خیر ہو جاتی۔“ (۱۴)

اردو زبان کے بارے میں ابتدائی خیالات کے طور پر میرامن کی یہ بات تو صحیح ہے کہ زبان اسی طرح آپس کے میل جول سے ہی پیدا ہوئی مگر اس کی پیدائش کو کسی ایک بادشاہ کے دربار سے مخصوص کر دینا صحیح نہیں۔ زبان کی پیدائش ایک پیچیدہ اور طویل عمل ہے

کسے کسی ایک دربار سے منسلک کر دینا درست نہیں۔ میرامن کو علم لسانیات سے کوئی واقفیت نہ تھی قصہ چہار درویش کا ترجمہ کرتے ہوئے مقدمے میں سنی سنائی ایک بات لکھ دی یہ ایک قیاس آرائی تھی جس نے عجیب ترین قیاس آرائیوں کو جنم دیا۔

میرامن کی تحریر سے منتشر تین بھی گمراہ ہوئے چنانچہ ڈاکٹر ہارٹل نے اردو کو مخلوط زبان قرار دیا مشہور ماہر لسانیات ڈاکٹر گریرین کی ابتدائی رائے بھی یہی تھی۔ سرسید نے ”آثار الصنادید“ میں لکھا کہ:

”جب آپس میں معاملی کرتے ناچار ایک لفظ اپنی زبان کا اردو اور دو لفظ اس کی زبان کے، تین لفظ دوسرے زبان کے ملا کر بولتے اور سودا سلف لیتے رفتہ رفتہ اس زبان نے ایسی ترکیب پائی کہ خود بخود ایک نئی زبان پیدا ہوگئی۔“

(۱۵)

۱۸۸۵ء میں مولانا محمد حسین آزاد کی شہرہ آفاق کتاب ”آب حیات“ پہلی بار چھپ کر سامنے آئی اس کے آغاز ہی میں مولانا نے اردو زبان کا برج بھاشا سے ماخوذ ہونا فرض کر لیا فرماتے ہیں: اتنی بات ہر شخص جانتا ہے کہ ہماری اردو برج بھاشا سے نکلی ہے اور برج بھاشا خاص ہندوستانی زبان ہے۔ (۱۶)

مولانا نے یہ دعویٰ تو کر دیا مگر اس کا لسانیاتی ثبوت مہیا کرنے کی مطلق کوشش نہیں کی۔ آپ نے بھی میرامن کی طرح اسے شاہی دربار سے جوڑنے کی کوشش کی معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کے پردے میں میرا حسن بول رہے ہیں۔ فرماتے ہیں:

”رفتہ رفتہ شاہجہان کے زمانے میں اقبال تیموری کا آفتاب عین عروج پر تھا شہر اور شہر پناہ تعمیر ہو کر نئی دلی دار الخلافہ ہوئی۔ بادشاہ اور ارکان دولت زیادہ تر وہاں رہنے لگے۔ اہل سیف، اہل قلم، اہل حرفہ اور تجارت وغیرہ ملک ملک اور شہر شہر کے آدمی ایک جگہ جمع ہوئے۔ ترکی میں اردو بازار، بازار لشکر کو کہتے ہیں اردوئے شاہی اور دربار میں ملے جلے الفاظ زیادہ بولتے تھے وہاں کی بولی کا نام اردو ہی ہو گیا۔“ (۱۷)

تحقیقی اعتبار سے آزاد کی رائے بھی کمزور بنیادوں پر استوار ہے حافظ محمود شیرانی کے نزدیک اردو وضع قطع کے اعتبار سے برج بھاشا سے بالکل مختلف ہے دونوں میں کوئی مطابقت نہیں بقول ڈاکٹر محی الدین زور:

”جس زمانے میں اردو پنجاب میں بنی اس وقت پنجاب اور دوآبہ گنگ و جمن کی زبان میں باہت کم فرق پایا جاتا تھا برج بھاشا کھڑی بولی اور جدید مشرقی پنجابی، یہ سب زبانیں بعد کو عالم وجود میں آئیں“

سید سلیمان ندوی کے مطابق:

”سندھ اور گجرات کا علاقہ اسلامی عہد سے پہلے بھی ہمیشہ ایرانیوں اور عربوں کے جہازوں کی گزرگاہ رہا چنانچہ ان زبانوں کے اثرات بھی خاموشی کے ساتھ پھیلتے رہتے تھے خصوصاً سندھ وہ صوبہ تھا جو اکثر ایران کی سلطنت کا جز بنا اور خلیج فارس کے تمدن سے متاثر ہوتا رہا۔ فتح سندھ کے بعد ہندو اور مسلمانوں کا میل جول بھی سب سے پہلے ملتان سے لے کر ٹھٹھہ تک سندھ میں ہوا اس لیے اردو وہیں پیدا ہوئی۔“ (۱۹)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

”مسلمان سب سے پہلے سندھ میں پہنچے ہیں اس لیے قرین قیاس ہے کہ جس کو

ہم آج اردو کہتے ہیں اس کا ”ہیولہ“ اسی مادی سندھ میں تیار ہوا ہوگا۔“ (۲۰)

”ادبیات سرحد“ میں فارغ بخاری اردو کی پیدائش کے سلسلے میں بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اردو سرحد میں پیدا ہوئی اور ہند کو

اس کی ابتدائی شکل ہے اور ہند کو اردو کی نسبت پنجاب سے زیادہ قریب ہے لکھتے ہیں:

”ہند کو پنجابی اور اردو کا تعلق ہند آریائی سے ہے لیکن پشتو اور ہند کو میں ایسی قربت نہیں ہے۔ پشتو ہند کو کا ماخذ

نہیں ہو سکتی علاوہ ازیں اگر اردو سرحد میں پیدا ہوتی تو آج یہاں کی مادری زبان ہوتی۔ اردو لنگوا فریکا اور

ادبی زبان کی حیثیت سے برصغیر کے ہر علاقے میں پہنچی۔ اسی حیثیت سے وہ سرحد میں بھی آئی۔“ (۲۱)

دکن میں اردو کی ابتدا کا نظریہ عام طور پر نصیر الدین ہاشمی سے منسوب مانا جاتا ہے نصیر الدین ہاشمی نے تسلیم کیا کہ دکن میں اردو کی ابتدا

علاؤ الدین خلجی اور محمد تغلق کے زمانے میں ہوئی شمالی فاتحین اسے ساتھ لے کر دکن گئے تب یہ زبان پختہ تھی۔ نصیر الدین ہاشمی لکھتے ہیں:

”یہ امر تقریباً تصدیق شدہ ہے کہ اردو مسلمانوں اور ہندوؤں کے باہمی میل جول سے پیدا ہوئی ہے اس لیے جن

اصحاب کا یہ دعویٰ ہے کہ اس کی ابتدا سندھ اور دکن سے ہوئی ہے وہ ایک حد تک غلط نہیں کیونکہ مسلمانوں کی آمد

سب سے پہلے انہی مقامات پر ہوئی۔“ (۲۲)

جدید تحقیقات کی روشنی میں نصیر الدین ہاشمی کا یہ نظریہ قابل قبول نہیں ہے۔ بقول غلام حسین ذوالفقار عربی ایک مسامی نسل زبان

ہے جب کہ اردو کا تعلق آریائی خاندان سے ہے اس لیے دکن میں شمالی ہند سے خلجی اور تغلق عا کر ساتھ آئی اور یہاں کے مسلمان سلاطین کی

سرپرستی میں اس میں شعر و ادب بھی تخلیق ہوا بہر کیف اس کا تعلق اردو کے ارتقاء سے ہے ابتدا سے نہیں۔ ڈاکٹر مسعود حسین نے

پی۔ ایچ۔ ڈی لسانیات میں ان کے تحقیقی مقالے کے ابتدائی ابواب ۱۹۳۸ء میں ”مقدمہ تاریخ زبان اردو“ کے نام سے شائع ہوئے ان

کے نزدیک اردو کا اصل سرچشم نواح دہلی کو بولیاں ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ:

”دہلی شہر بریانی، کھڑی اور میواتی کے سنگم پر واقع ہے چنانچہ دہلی میں عرصے تک زبان کا معیار اور ڈول متعین نہ

ہو سکا ابتدا میں اردو پر ہریان اور میواتی کے لسانی اثرات رہے جن کی رائید پنجابی سے بھی ہوتی رہی بعد کو سکندر

لودھی کے زمانے سے لے کر شاہ جہاں کے عہد تک اگرہ دارالسلطنت کا اس طرح برج بھاشا کی تائید نے

کھڑی بولی کا محاورہ غالب آتا گیا یہی وجہ ہے کہ آج کی معیاری اردو مغربی یو۔ پی کی بولیوں سے قریب تر ہے“

(۲۳)

آپ کے موقف کی مزید وضاحت مقدمے سے ہوتی ہے۔

”اردو کی ابتدا پر کام کرنے والوں کی توجہ نواح دہلی کی بولیوں پر مرکوز ہونی چاہیے ساتھ ساتھ ہمسایہ بولیوں پنجابی،

برج بھاشا اور راجستھانی پر بھی نظر رکھنی چاہیے۔“ (۲۴)

ڈاکٹر مسعود حسین کے بیانات سے میرامن کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور ڈاکٹر شوکت سبزواری کا یہ طنزیہ جملہ ذہن میں آتا ہے۔

”چڑیالائی چاول کا دانہ چڑیالائی موگ کا دانہ، دونوں نے مل کر کھجڑی کھائی۔“ (۲۵)

ڈاکٹر مسعود حسین نے کم از کم چار بولیوں ہریانی، کھڑی، ہیواقی اور برج سے اردو کی کھجڑی پکائی ہے۔

ڈاکٹر محی الدین زور کہتے ہیں کہ:

”دکنی اردو نے جس وقت پنجاب میں نشوونما پائی اس وقت ہریانی اور کھڑی تو کجا خود برج بھاشا ایک جداگانہ

زبان کی حیثیت سے عالم وجود میں نہیں آئی تھی۔“ (۲۴)

ڈاکٹر محی الدین زور اردو کے بارے میں رقمطراز ہیں فرماتے ہیں کہ:

”ہندوی (اردو) بین صوبہ بن جاتی بن چکی تھی یہ کوئی مقامی زبان نہ رہی تھی خسرو نے اسے الگ رکھا ہے

اور صرف مقامی زبانوں کے نام لکھے ہیں اگر دہلوی کو اردو سمجھا جائے تو خسرو پر یہ الزام عائد کرتا ہے کہ

انہوں نے برج بھاشا جیسی اہم زبان کا ذکر ہی نہیں کیا۔“ (۲۷)

ماضی میں کارل نے اردو زبان کے بارے میں اپنا نظریہ پیش کیا تھا اور ۱۸۸۰ء میں برصغیر کی زبانوں کے موازنے سے یہ نتیجہ اخذ کی

اکہ آریا دو مختلف گروہوں اور مختلف زمانوں میں اس ملک میں داخل ہوئی پہلے گروہ نے دوسرے نے دوسرے کو مشرق کی طرف دھکیل

دیا۔ گبرسن نے اس نظریے کو تھوڑی ترمیم سے قبول کیا۔ کارل فرماتے ہیں:

”ان گروہوں میں سے ایک گروہ اندرونی کہلاتا ہے اور دوسرا بیرونی۔ یعنی مذہبی ہندی، مشرقی، پنجابی

گجراتی، راجستھانی، بھیلی، خاندیشی اور اندرونی زبانیں ہیں۔ ان دونوں زبانوں کے بیچ میں پوربی ہندی

رواج پذیر تھی۔ پہاڑی علاقوں کی بولیاں وغیرہ ان سے مختلف ہیں۔“ (۲۸)

ڈاکٹر شوکت سبزواری نے اپنی تصنیف ”اردو زبان کا ارتقاء“ میں یہ نظریہ پیش کیا ہے ہے اردو قدیم ویوں کے ہندوستان میں بولی

جانے والی بولیوں میں کسے کسی ایک کی ترقی یافتہ صورت ہے۔

”میرے مقالے کے مطالعے کے بعد اس میں غالباً شبہ نہ رہے کہ اردو شورسینی، میراکوت، شورسینی اب بھرنش

(لغوی مطلب: نقص، خراب، بگڑی ہوئی) اور اس سلسلہ کی موجودہ بولیوں یعنی برج، ہریانی، قندیلی وغیرہ سے

ماخوذ نہیں۔ اردو، ہندوستانی یا کھڑی قدیم ویدک بولیوں میں سے ایک بولی ہے جو ترقی کرتے کرتے یایوں کہیے

کہ رولتے بدلتے پاس پڑوس کی بولیوں کی کوچہ دیتے اور کچھ ان سے لیتے، اس حالت کا پہنچ جی میں آج ہم

اسے دیکھتے ہیں۔“ (۲۹)

مندرجہ بالا وجوہ کی بنا پر انہوں نے عام نظریہ کے برعکس قدیم ہندی کو اردو کی اصل نہ تسلیم کرتے ہوئے کہا: ”قدیم ہندی کو اردو کی

اصل نہیں ٹھہرایا جاسکتا ہے۔“ (۳۰)

زبان کے بارے میں جدید ترین نظریات میں سے ڈاکٹر سہیل بخاری کا نظریہ خصوصی تذکرہ چاہتا ہے، زبان کے موضوع پر اپنے متعدد مقالات میں جو خیالات پیش کیے ان کی رو سے اردو کا ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد سے کوئی تعلق نہیں۔ اس لیے پنجاب، سندھ یا دکن اس کی جنم بھومی نہیں ہو سکتے۔ شوکت سبزواری اردو کو ویرک عبد تک لے گئے تھے ڈاکٹر سہیل بخاری اسے بھی تسلیم نہیں کرتے بلکہ اسے ویدوں سے بھی قبل کی زبان مانتے ہیں اپنے مقالے ”اردو زبان کا آغاز“ مطبوعہ ”نقوش“ سالنامہ ۱۹۶۲ء میں لکھتے ہیں:

”رگ وید ہندوستان کی وہ قدیم ترین اور آریوں کی وہ پہلی کتاب ہے جو ہم تک پہنچی ہے چنانچہ اس میں اردو الفاظ کی موجودگی یہ ثابت کر رہی ہے کہ ہماری زبان ویدک کال سے بھی پہلے سے اس علاقے میں بھاشا کے طور پر

کام آ رہی ہے۔“ (۳۱)

اسی استدلال کی بنا پر ڈاکٹر موصوف نے مروج نظریات کو مسترد کرتے ہوئے زبان کا آغاز مشرقی مہاراشٹر میں بتایا لکھتے ہیں:

”اردو کی جنم بھومی مشرق میں اڑیسہ اور جنوب میں تلنگانہ سے محدود ہے میرے نزدیک اصل

میں اردو کا گھر یہی ہے۔“ (۳۲)

عین الحق فرید کوٹی نے وادیء سندھ کی قدیم تہذیب کو بنیاد بنا کر اردو کو ہڑپہ اور مانجوداڑی کی مقامی بھاشا (یعنی موجودہ دراوڑی) کا تسلسل قرار دیا ہے یہ نظریہ جدید ترین ہی نہیں غالباً سب سے زیادہ مغفلدع بھی ہے فرماتے ہیں کہ:

”ابھی تک شمالی ہند کے لسانیاتی مطالعہ کے لیے دراوڑی زبانوں کو قابل التفات تصور نہیں کیا گیا گویا ان زبانوں

پر اس زمرہ کے اثرات اتنے گہرے اور وسیع ہیں کہ اگر نظر غائرے دیکھا جائے تو اس سلسلہ میں دراوڑی زبانوں

کی نسبت سنسکرت کو محض ایک ثانوی حیثیت حاصل ہے۔“ (۳۳)

اپنے نظریات کے انوکھے پن کا احساس خود عین الحق فرید کوٹی کو بھی ہے شاید اس لیے ایک مقوق پر اپنی لسانی جستجو کا بڑے جذباتی

انداز میں تذکرہ کیا:

”نہیں معلوم کہ جن ان دیکھے راستوں پر چل رہا ہوں وہ کبھی کسی منزل پر پہنچاتے ہیں یا نہیں، میری مثال اس یکہ

وتہارا ہرو کی سی ہے کہ جس کے آبلہ زدہ پاؤں کانتوں سے چھلنی ہو چکے ہوں اور آگے رستہ بھی نہ سمجھائی دیتا ہو۔“

(۳۴)

مختصر ترین الفاظ میں عین الحق فرید کوٹی کا نظریہ اس بات کا عکاس ہے کہ اردو زبان کے ماخذ کی تلاش میں بہت دور نکل جاتے

ہیں۔ لسانی سفر کا حال ان کے اپنے الفاظ میں:

”آج سے کوئی چودہ پندرہ سال قبل اردو زبان کے سرچشموں کی تلاش میں نکلا لیکن بجائے میکس اور جارج

گریرسن کے بتائے راستے پر گامزن ہونے کے جو کہ پراکرتوں کی وادی سے گزرتا ہوا سنسکرت کے چشمے پا جا

کر ختم ہو جاتا ہے موبخوداڑ واور ہڑپہ کی وادیوں میں جا نکلا“ (۳۵)

اردو کی جنم بھوی کے سلسلے میں غالباً سب سے مشہور نظریہ حافظ محمود شیرانی نے اپنی معروف تالیف ”پنجاب میں اردو“ ۱۹۲۸ء میں پیش کیا۔ گو اس سے پانچ برس قبل نصیر الدین ہاشمی کی ”دکن میں اردو“ شائع ہو چکی تھی مگر جہاں تک نئے مباحث چھیڑنے اور لسانی نزاعات کا تعلق ہے تو محمود شیرانی کی یہ کتاب لسانی تحقیقات کے ٹھرے پانی میں ایک بھاری پتھر ثابت ہوئی اور لسانیات کے محلاتی ایوانوں میں ایک ایسی آواز تھی کہ جس کی بازگشت آج تک سنی جاسکتی ہے۔

اردو ادب کا مطالعہ کرنے پر واضح ہو جاتا ہے کہ اس نے سب سے پہلے ترقی کے مدارج طے کیے دکن سے ہوتے ہوئے شمالی حصہ میں دہلی اردو ادب کا مرکز بنی جس کے زوال پر لکھنؤ میں ادب کا چراغ فروزاں ہوا اور سب سے آخر میں لاہور نے ادب کی آبیاری کی بلکہ صحافت، ادبی جرائد اور ”انجمن پنجاب“ جیسے اداروں کی صورت اردو زبان کا پودا تناور درخت بنتا گیا۔ شیرانی کا ”پنجاب میں اردو“ کا نظریہ شیرانی کے اپنے الفاظ میں کچھ یوں ہے:

”یہ بات ہمیں یاد رکھنی چاہیے کہ امیر خسرو کی زبان کو دہلوی کہتے ہیں۔ ابوالفضل بھی آئین اکبری میں اس کو ”دہلوی“ کے نام سے یاد کرتا ہے۔ اسب شیخ باجن (متوفی: ۲۱۹ھ) بھی اس کو دہلوی کہتے ہیں اور جو نمونہ اس زبان کا دیتے ہیں وہ قطعاً اردو ہے اردو دہلی کی قدیم زبان نہیں ہے بلکہ وہ مسلمانوں کے ساتھ دہلی جاتی ہے اور چونکہ مسلمان پنجاب سے ہجرت کر کے جاتے ہیں اس لیے ضروری ہے کہ وہ پنجاب سے کوئی زبان اپنے ساتھ لے گئے ہوں۔ اس نظریہ کے ثبوت میں اگرچہ ہمارے پاس کوئی قدیم شہادت یا سند نہیں ہے لیکن سیاسی واقعات اردو زبان کی ساخت نیز دوسرے حالات ہمیں اس عقیدہ کے تسلیم کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔“ (۳۶)

دراصل پنجاب میں اردو کی بحث کا آغاز شیرانی سے نہیں ہوتا۔ کیونکہ انیسویں صدی کے اواخر سے ہی اردو زبان و ادب کے سلسلے میں پنجاب کی اہمیت اور خدمات کے جتنا نے اور جھٹلانے کا قضیہ شروع ہو چکا تھا۔ اگر لسانی نقطہ نظر سے پنجاب کا جائزہ نہ بھی لیں تو ادبی لحاظ سے پنجاب کی خدمات سے انکار ممکن نہیں ہے کیونکہ ۱۸۵۷ء کے بعد اردو کی ترویج و ادب کی اشاعت کا سب سے اہم مرکز پنجاب کا دل لاہور قرار پایا تھا۔

”اردو اور پنجابی کا ڈول تمام تراکیب ہی منصوبہ کے زیر اثر تیار ہوا ہے ان کی تذکیر و تانیث اور جمع و افعال کی تعریف کا اتحاد اسی ایک نتیجہ کی طرف ہماری راہنمائی کرتا ہے کہ اردو اور پنجابی زبانوں کی ولادت گاہ ایک ہی مقام ہے دونوں نے ایک ہی جگہ تربیت پائی ہے۔“ (۳۷)

شیرانی کے لسانی نظریات کی تائید کرنے والوں میں پنڈت برج موہن و تاترہ کیفی کا نمایاں حیثیت کا حامل ہے اپنی تصنیف ”کیفیہ“ کے پہلے باب بعنوان ”اردو کا تاریخی مطالعہ“ انہوں نے یقیناً پنجاب میں اردو سے متاثر ہو کر لکھا ہے عہد غزنوی کے بعض واقعات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”قیاس یہ چاہتا ہے کہ اول اول ایک چوچو کے مرے کی سی ادھ کھڑی بولی پنجاب میں شروع ہوئی ہوگی پھر

پنجاب سے شمال مغربی ہند میں پھیلی۔“ (۳۸)

ڈاکٹر کریم بلی اپنی کتاب ”اے ہسٹری آف اردو لٹریچر“ کے آخر میں بذیلی کتابیات جو لکھتے ہیں اس بیان پر ”پنجاب میں اردو“ کی

جو گہری چھاپ ہے وہ محتاج بیان نہیں۔

" Punjab men Urdu by Muhammad Shirani. 327 PP; ۱۹۲۸

much interesting material claims a high place for the Punjab

in the development of Urdu from early times to the present

dy." (۳۹)

اردو کے لسانی ماہروں اور اساتذہ کے یہاں اردو کی پیدائش کے بارے میں بحثوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ملتا ہے۔ میرامن، انشا اللہ خان، سر سید احمد خان، محمد حسین آزاد، عبدالغفور نساج، ڈاکٹر جان گل کرسٹ، ڈاکٹر گریرین وغیرہ نے اپنے اپنے طور پر اردو کے بارے میں مختلف خیالات کا اظہار کیا۔

اردو زبان کے بارے میں معروف نظریات میں سے سب سے زیادہ مضبوط اور مستند نظریہ حافظ محمود شیرانی کا مانا جاتا ہے۔

حافظ محمود شیرانی نے اپنی کتاب ”پنجاب میں اردو“ میں نہایت مستند دلائل و شواہد سے یہ ثابت کیا کہ پنجاب اردو زبان کا وطن ہے۔ ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے اپنے مقالے میں قدرے اختلاف کے ساتھ شیرانی کے نظریے کی تائید کی۔ ڈاکٹر مسعود حسین نے ہریانہ کو اردو کا ماخذ بتایا۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری نے پالی زبان کو اردو کا سرچشمہ قرار دیا۔ نصیر الدین ہاشمی کے بقول دکن اردو کی جائے پیدائش ہے سید سلیمان ندوی نے وادی سندھ کو اردو کا مولد قرار دیا۔ سینٹی کمار اور احتشام حسین کے مطابق یہ دینی کے گروہ پیش کی کھڑی زبان ہے ڈاکٹر ابوالیث کے یہاں مربوط نقطہ نظر کا فقدان نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر سہیل بخاری کا نقطہ نظر قدرے قابل توجہ ہے وہ اردو کو دراوڑی زبان (جو کہ برصغیر کی قدیم ترین زبان ہے) سے نکلے ہوئی زبان سمجھتے ہیں۔ دراوڑی زبان ایسی ہے جس کا مرکز پاکستان میں ہے۔ مختصر ترین الفاظ میں یہ وہ نظیات ہیں جن سے ہم اردو کے آغاز، تشکیل میں محرکات اور صورت پذیری کے باعث بننے والے اہم عناصر سے آگاہ ہوتے ہیں۔ ان تمام نظریات کو کلیتہً نہ تو رد کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی کسی خاص وجہ سے ایک دوسرے پر ترجیح دی جاسکتی ہے سب میں کسی نہ کسی حد تک صداقت پائی جاتی ہے اور مختلف النوع ہونے کی بنا پر یہ نظریات لسانیات کے سرمائے میں ایک اضافہ ہی ہیں۔ اپنے تمام تر تضادات کی وجہ سے انفرادی حیثیت کے حامل ہیں اور مل جل کر ”اردو زبان“ کی ایک تصویر بن جاتی ہے۔ یہ تصویر مکمل نہ سہی اور اس میں قطعیت کا فقدان بھی تسلیم لیکن اس کے ”رنگین“ ہونے سے انکار نہیں کیا جاسکتا اور یہی ”رنگینی“ اردو لسانیات کی خصوصیت بھی قرار پاتی ہے۔

حوالہ جات

- ۱ - اصغر علی شیخ، ڈاکٹر، محمد اسحاق جلالپوری، اردو زبان و ادب (حصہ دوم)، لاہور، مکتبہ کارواں، ص ۴۔
- ۲ - فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، ادبی تنقید کے نئے درجے، لاہور، الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء، ص ۱۵۳۔
- ۳ - ایضاً، ص ۱۵۶، ۱۵۵۔
- ۴ - سید احمد دہلوی، مرتبہ: وحید قریشی، ڈاکٹر ادب پارے، لاہور، اردو مرکز، جولائی ۱۹۷۰ء، ص ۹۴۔
- ۵ - رام بابو سکینہ، ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو، لاہور، علمی کتاب خانہ، ۱۹۸۰ء، ص ۱۷۔
- ۶ - فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، اردو تد ریس، لاہور، الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء، ص ۱۹۔
- ۷ - قاضی ظہور الحسن ناظم سیوکاروی، مرتبہ: عاصمہ فرحت، اردو ادب کا انسائیکلو پیڈیا، لاہور، فیروز سنز، جولائی ۲۰۰۳ء، ص ۱۷۔
- ۸ - کاشمیر عدیل، مدیر: اردو نامہ (سہ ماہی)، جلد ۲۷+۲۶، شمارہ ۴، ۳+۱، لاہور۔ مجلس زبان و فنری (سول سیکرٹریٹ) جولائی۔ مارچ ۲۰۰۹ء، ۲۰۱۰ء، ص ۳۸۔
- ۹ - فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، اردو زبان و ادب لاہور، الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء، ص ۵۲۔
- ۱۰ - وحید قریشی، ڈاکٹر، مدیر خصوصی: تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند (چھٹی جلد) لاہور، پنجاب یونیورسٹی سن، ص ۵۲۔
- ۱۱ - محمد طفیل، مدیر: نقوش (ادبی معر کے نمبر ۱) شمارہ ۱۲، لاہور، ادارہ فروغ اردو، ستمبر ۱۹۸۱ء، ص ۹۔
- ۱۲ - ایضاً، ص ۱۱۰۔
- ۱۳ - حبیب اللہ خان غففر، زبان و ادب، لاہور، بک ٹاک، نیپیل روڈ، ۲۰۰۳ء، ص ۲۶۔
- ۱۴ - سینٹی کمار چٹرجی، انڈیا آڈین اینڈ ہندی (انگریزی)، کلکتہ، ۱۹۴۲ء، ص ۱۰۴، ۱۰۳۔
- ۱۵ - سر سید احمد خان، سر، آثار الضادید، سن، ص ۲۵۔
- ۱۶ - مظہر محمود شیرانی ڈاکٹر، حافظ محمود شیرانی اور ان کی علمی و ادبی خدمات، جلد اول، لاہور، مجلس ترقی ادب، جون ۱۹۹۳ء، ص ۱۸۷۔
- ۱۷ - ایضاً، ص ۱۸۷۔
- ۱۸ - حمید اللہ شاہ ہاشمی، تاریخ زبان و ادب، لاہور، مکتبہ دانیال، ۲۰۰۷ء، ص ۴۔
- ۱۹ - سلیمان ندوی، سید، نقوش سلیمانی، کراچی، اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۶۷ء، ص ۲۵۹۔
- ۲۰ - ایضاً، ص ۲۵۹۔
- ۲۱ - حمید اللہ شاہ ہاشمی، تاریخ زبان و ادب، لاہور، مکتبہ دانیال، ۲۰۰۷ء، ص ۱۰۔
- ۲۲ - نصیر الدین ہاشمی، دکن میں اردو، نئی دہلی، ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۵ء، ص ۳۲، ۳۳۔
- ۲۳ - مسعود حسین خان، ڈاکٹر تاریخ زبان اردو، لاہور، اردو مرکز، ۱۹۶۶ء، ص ۹۲۔
- ۲۴ - ایضاً، ص ۹۲۔
- ۲۵ - حمید اللہ شاہ ہاشمی، تاریخ زبان و ادب اردو، لاہور، مکتبہ دانیال، ۲۰۰۷ء، ص ۲۳۔

- ۲۶۔ فضل الحق، ڈاکٹر اردو کی ابدامشمولہ اردو لسانیات دہلی، دہلی یونیورسٹی، ۱۹۸۱ء، ص ۵۲۔
- ۲۷۔ ایضاً، ص ۵۳۔
- ۲۸۔ حبیب اللہ خان غففر، زبان و ادب لاہور، بک ٹاک، ٹیمپل روڈ، ۲۰۰۳ء، ص ۶۲۔
- ۲۹۔ شوکت سبزواری، ڈاکٹر اردو زبان کا ارتقاء، ڈھاکہ پاک کتاب گھر، ۱۹۵۶ء، ص ۸۵-۸۷۔
- ۳۰۔ ایضاً، ص ۸۴۔
- ۳۱۔ سلیم اختر، ڈاکٹر اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ، لوہر، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء، ص ۷۴۔
- ۳۲۔ ایضاً، ص ۷۴۔
- ۳۳۔ ایضاً، ص ۸۶۔
- ۳۴۔ ایضاً، ص ۸۷۔
- ۳۵۔ ایضاً، ص ۸۷۔
- ۳۶۔ ایضاً، ص ۷۴۔
- ۳۷۔ ایضاً، ص ۷۴۔
- ۳۸۔ مظہر محمود ڈاکٹر، حافظ محمود شیرانی اور ان کی علمی و ادبی خدمات (جلد اول) لاہور، مجلس ترقی ادب، جون ۱۹۹۳ء، ص ۲۱۳۔
- ۳۹۔ ایضاً، ص ۲۱۳۔